☆☆☆

راہی شہابی شخصیت اور سوانح

ڈاکٹر شیریں فاطمہ
کوٹہ (راجستھان)

ملخص

راہی کی ولادت ۲۲ جنوری ۱۹۳۴ء کو قصبہ پہاسو ضلع بلند شہر یو پی میں ہوئی تھی۔ اپنی شاعری کے ذریعے انہوں نے اردو کو خاص و عام کے درمیان ہر دل عزیز بنانے کی پرزور کوشش کی۔ راہی کی پیدائش غلام ہندوستان میں ہوئی تھی۔ اور ان کی جوانی ملک کے ناسازگار حالات میں پروان چڑھی۔ انہیں ملک کے بدلتے ہوئے حالات صاف نظر آ رہے تھے۔ وطن دوستی کا جذبہ شروع سے ہی ان کے دل میں تھا۔ وطن دوستی کا رنگ ان کی شاعری میں صاف جھلکتا ہے۔ راہی شہابی نہ صرف راجستھان بلکہ ہندوستان کے برگزیدہ شعراء میں شمار کئے جانے کے مستحق ہیں۔ انہوں نے بہاریہ نظموں میں حسن و عشق کا تذکرہ کیا ہے تو دوسری طرف قومی یکجہتی اور وطن پرستی سے متعلق نظمیں تخلیق کر کے اپنے سرگرمِ عمل شاعر ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔

☆☆☆☆☆

اس مضمون میں راہی کی شخصیت اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کے آباء اجداد، پیدائش، تعلیم و تربیت، فکرِ معاش، ازدواجی زندگی، شعری زندگی کا آغاز، انعامات و اعزازات، عادات و خصائل وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

راہی نے میر و غالب کی شاعری سے بھی فیض اٹھایا، حالی و داغ کے خیالات، زبان اور اصلاح معاشرہ تفنن طبع سے بھی متاثر رہے۔ شعر و ادب کے آہنگ کی تبدیلیاں، اساتذہ و اسلاف کی صحبت کا اثر اور معاصرین کے جملہ ہم نشین ہم سفری کے اثرات سماج کی تلخیوں میں ہم آہنگ کر کے راہی نے اپنی ایک منفرد پہچان بنائی اور اپنا ایک الگ مقام بنایا۔ راہی شہابی کی شخصیت مختلف الجہاد تھی۔ انہوں نے نثر و نظم میں یکساں طور پر تخلیقات پیش کر کے راجستھان کے اردو ادب میں جو اضافہ کیا وہ قابلِ تحسین ہے۔

سوانح تاریخ کی ایک شاخ ہے لیکن بعض خصوصیات کی وجہ سے اس کا شمار ایک الگ صنف کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ سوانح انسان کی پیدائش، خاندان، تعلیم، مشاغل زندگی اور وفات کا بیان ہی نہیں بلکہ کسی فرد کے ظاہر اور باطن، عادات و اطوار، اخلاق و معاشرت، نفسیاتی کیفیت اور اس کی زندگی کے نشیب و فراز کی داستان ہے۔

اردو اپنے بال و پر سنوارتے ہی سر سید کے عہد میں اس قابل ہوگئی کہ سوانح جیسی مشکل چیز کو اردو میں فن کی حیثیت سے برتا جانے لگا۔ جبکہ عربی اور فارسی جیسی زبانوں میں بھی فنی معیار کے مطابق اعلیٰ اور کامل سوانح عمریاں نہیں ملتی۔ اردو میں سوانح نگاری کے عناصر تو ابتدا ہی سے نظم و نثر میں شامل رہے ہیں۔ سوانح نگاری کی ابتدا دکن میں ہوئی وہاں کی مثنویوں میں سوانح کے اولین نقوش دیکھے جاسکتے ہیں۔ نصرتی نے اپنے والد مربی علمی عادل شاہ اور دیگر شخصیتوں کی سیرت و سوانح نہایت عمدگی سے بیان کی ہے۔ ان کے علاوہ رومی، ذوقی اور دیگر مثنوی نگاروں نے بھی اس طرف توجہ کی ہے۔

اس کے بعد شعراء اردو کے تذکروں کا دور شروع ہوتا ہے۔ تذکرہ نگاروں نے بے حد اختصار سے کام لیا ہے۔ اکثر نے تو شاعر کا نام یا تخلص لکھا اور نمونے کے طور پر ایک شعر پیش کر دیا۔ سیرت و سوانح نگاری کو وہ اپنی ذمہ داری خیال نہیں کرتے تھے۔

محمد حسین آزاد کی ''آبِ حیات'' اردو شاعروں کا تذکرہ بھی ہے اور اردو ادب کی تاریخ بھی۔ لیکن ان دونوں سے زیادہ اس کی ایک اور اہم خصوصیت ہے کہ انہوں نے بہت سی ادبی شخصیتوں کی سیرت و سوانح بھی پیش کی ہے۔

آزآد کے زمانے میں ہندوستان انگریزی تسلط میں چلا گیا تھا اور ہمارے بزرگ ادیب انگریزی ادب کے نمونوں سے متاثر ہو رہے تھے۔ ان بزرگوں میں مولانا حاؔلی اور علامہ شبؔلی دو ایسی شخصیت میں جنھوں نے انگریزی نہ جاننے کے باوجود انگریزی ادب کے نمونوں سے شناسائی حاصل کی اور تصانیف سے اردو ادب کا دامن وسیع کیا۔ ان دونوں نے سوانح نگاری کی طرف توجہ کی۔ اردو میں حاؔلی کی تین سوانح تصانیف ''حیاتِ سعدی''، ''حیاتِ جاوید''، اور ''یادگارِ غالبؔ'' اور شبؔلی کی ''المامون''، ''سیرۃ النعمان''، ''الفاروق''، ''الغزالی''، ''سوانح مولانا روم'' اور ''سیرۃ النبیؐ'' ہیں۔ جن سے اردو ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے۔

سوانح نگاری کی تعریف وتجدید بظاہر نہایت جامع او مانع ہے۔ مگر ایک ایسی شخصیت کی سوانح قلم بند کرنا جو بیک وقت انسان اور شاعر ہو اور جس کی زندگی متضاد واقعات، ہنگامہ آرا کارنامے، اقتصادی سرگرمیاں، سماجی خدمات، سرکاری ملازمت اور مذہبی ہنگامے رہے ہوں تو ان کو ترتیب کے ساتھ مدون کر کے ان کی حالاتِ زندگی لکھنا ذرا مشکل ہے۔ سوانح نگار اور شخصیت کے درمیان فاصلے حائل ہو تو یہ منزل اور بھی مشکل اور دشوار ہو جاتی ہے۔

شاعر کے افکار وخیالات، جذبات واحساسات، افعال اور اعمال اور سیرت وکردار سب کچھ شاعرانہ ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کی ہر شئے میں شعریت محسوس کرتا ہے۔ لیکن یہاں ہم جس شخصیت کا مطالعہ کرنے جا رہے ہیں وہ ایک کامیاب شاعر، نثر نگار اور عیب مشق سخن کے خوبصورت امتزاج کی حامل شخصیت ہے۔

میرے والد محترم جناب رضاء الحق صاحب کے راہؔی صاحب سے دوستانہ تعلق تھا۔ وہ راہؔی صاحب کے بارے میں بتاتے ہیں کہ

> ''راہؔی صاحب کا پورا نام نفاست علی خاں راہؔی شہابی تھا۔ وہ جناب کنور یاسین علی خاں عرف شہاب برنی صاحب کے بیٹے تھے۔ راہؔی صاحب سے میری ملاقات جب ہوئی جب میں حکمت پڑھنے کے لئے جے پور گیا تو حکیم سلیم الدین صاحب کی حویلی ''سلیم منزل'' میں یونانی آیورویدک کالج تھا۔ کالج کے پرنسپل جناب حکیم سلیم الدین صاحب تھے۔ وہاں نفاست علی

صاحب اپنے والد جناب کنور یاسین علی خاں صاحب اور دو چھوٹے بھائی جناب فصاحت علی خاں اور جناب شجاعت علی خاں کے ساتھ رہتے تھے۔ میں بھی وہیں رہتا تھا۔ان کی شادی راؤ عبدالعزیز صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ کوٹہ کے میلا دشہرہ کے مشاعروں میں وہ کئی بار تشریف لائے۔ان کے بہترین اشعار مجھے آج بھی زبانی یاد ہیں۔'' (۱)

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

گل فروش عظمت دار رسن خطرے میں ہے
سرمدوں اٹھو کہ تاریخ کہن خطرے میں ہے
کل ہم پر یہ الزام مت دینا نگاہ بانو کہ ہم
آج ہی بتلاتے ہیں کہ سارا چمن خطرے میں ہے

راہیؔ صاحب نے یہ نظم سن ۱۹۶۳ء میں مسلم مسافر خانہ کی ایک مجلس میں پڑھی۔جس کی صدارت جناب الطاف حسین خیری نے کی تھی۔ان کی یہ نظم رسالہ پاکستان (جام نور) میں شائع ہوئی تھی۔ان کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

حسن کو زندہ جاوید بنا دیتا ہے
عشق برباد بھی ہو جاتے تو برباد نہیں
کچھ نہ کچھ عہد تو تم نے بھی کئے تھے ہم سے
اب یہ اور بات ہے کہ وہ عہد تمہیں یاد نہیں

''راہیؔ صاحب نے یہ نظم نواب مکرم علی خاں صاحب کی سالگرہ پر ممتاز باغ ایم۔آئی۔ روڈ جے پور کے مشاعرے میں پڑھی تھی''۔

۱۔ ولادت:

راہیؔ شہابی کا اصل اور پورا نام کنور نفاست علی خاں تھا۔ راہیؔ شہابی تخلص کرتے تھے۔ پہلے راہیؔ بلند شہری تخلص استعمال کرتے تھے، بعد میں والد صاحب کی نسبت سے راہیؔ شہابی ہو گئے۔ راہیؔ شہابی ادیب الملک کنور یٰسین علی خاں شہابؔ کے بیٹے تھے۔ راہیؔ شہابی کی

۲۲ رجنوری ۱۹۳۴ء قصبہ پہاسو ضلع بلند شہر یو پی میں ولادت ہوئی۔ کنور یٰسین علی خاں کے گھر بیٹے کی ولادت پر والد کنور تحسین علی خاں (آخری گورنر جے پور ریاست) اپنی ڈائری میں اپنی خوشی کو یوں ظاہر کرتے ہیں:

''آج میرے یہاں پوتا ہوا ہے۔ میرے ایسے نصیب ومقدر کہاں کہ پوتا دیکھوں اللہ نے اپنے فضل سے مجھے پوتا دکھایا''۔(۲)

راہی شہابی کی ولادت کے متعلق چند اختلافات:

۱۔ راہی شہابی کی پیدائش ۲۲ رجنوری ۱۹۳۷ء میں بلند شہر یو پی میں ہوئی۔
۲۔ راہی شہابی کی پیدائش ۲۲ جنوری ۱۹۳۴ء میں بلند شہر یو پی میں ہوئی۔
۳۔ کنور محمد نفاست علی خاں راہی شہابی ۲۲ رجنوری ۱۹۳۴ء میں جے پور میں پیدا ہوئے۔
۴۔ راہی شہابی ۱۹۳۴ء میں جے پور میں پیدا ہوئے۔
۵۔ راہی شہابی ۳۰ رجنوری ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔

تحقیق کے دوران راہی شہابی کی پیدائش کے متعلق یہ چند اختلافات میری نظروں کے سامنے آئے۔ میں نے ان اختلافات کی تصدیق راہی شہابی کے صاحبزادے جناب وجاہت علی خاں شہابی سے کی علاوہ ازیں ''جانِ غالب کا راہی شہابی نمبر'' میں شامل مضمون ''راہی شہابی کی کہانی خود کی زبانی'' سے حاصل ہوئی۔ راہی شہابی کی صحیح پیدائش ۲۲ رجنوری ۱۹۳۴ء قصبہ پہاسو ضلع بلند شہر یو پی ہے۔ اب راہی کی پیدائش کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ اباء واجداد:

راہی شہابی کے بزرگ راجپوت تھے۔ مغلیہ دور میں علاقہ قرولی کے ایک راجا لال سنگھ نے اسلام قبول کرلیا اور مسلمان ہوگئے انہوں نے شہنشاہ جہانگیر کے زمانے میں اسلام قبول کیا تھا اور لال خاں کے نام سے مشہور ہوئے غدر کے زمانے میں راہی صاحب کے بزرگوں نے انگریزوں کی مخالفت کی اور جنگ آزادی میں حریت پسندوں کا ساتھ دیا۔ مہاراجا جے پور رام سنگھ کی دعوت پر سن ۱۸۴۳ء میں یہ خاندان ریاست جے پور میں آکر بس گیا۔ مہاراجا رام سنگھ نے اس خاندان کی خوب پذیرائی کی۔ انہیں اعلیٰ عہدوں سے نوازہ۔ راہی صاحب کے پردادا

نواب فیاض علی خاں ریاست جے پور کے وزیراعلیٰ رہے۔اوران کے دادا کنور تحسین علی خاں صاحب ریاست کے سپہ سالار تھے۔

بقول راہی صاحب کے چھوٹے بھائی کنور فصاحت علی خاں:۔

''۱۸۴۳ء میں جے پور ریاست کے مہاراجا رام سنگھ کی دعوت پر ہمارے بزرگ جے پور میں آکر بس گئے۔نواب فیض علی خاں جے پور ریاست کے وزیراعظم بنائے گئے اور کنور امداد علی خاں فوج بخشی (فوج کے کمانڈر آف چیف) بنائے گئے یہ حقیقی بھائی تھے اوران کے والد جناب مردان علی خاں تھے۔کنور امداد علی خاں کے انتقال کے بعدان کے بیٹے کنور سرور علی خاں فوج بخشی بنائے گئے اور یہ سلسلہ نسل درنسل ۱۹۴۰ء تک چلتا رہا۔اور کنور سرور علی خاں کے بعد میرے دادا حضور کنور تحسین علی خاں کو بخشی فوج بنایا گیا۔جو کی جے پور ریاست کے آخری گورنر تھے۔ان کے بعد میرے والد بزرگ وار نے اردو ادب کو اپنا میدان عمل بنایا۔

نواب فیض علی خاں کے بیٹے نواب فیاض علی خاں تھے اوران کے بیٹے نواب مکرم علی خاں تھے۔جو اردو ادب میں اعلیٰ درجے کے شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔آج بھی جے پور کے تر پولیہ مارکیٹ میں ان کی حویلی موجود ہے۔نواب فیض علی خاں جناب مسکین شاہ صاحب کے مرید تھے حضرت مسکین شاہ صاحب کی درگاہ کی موجودہ عمارت نواب فیض علی خاں نے ہی بنوائی تھی''(۳)

نواب فیض علی خاں اور کنور امداد علی خاں حقیقی بھائی تھے۔۱۸۶۴ء میں پنڈت شیودین کے فوت ہوجانے پر جے پور ریاست کے مہاراجا رام سنگھ نے نواب فیض علی خاں کو اپنا مصاحب بنا کر ریاست کی فوج کا کمانڈر (بخشی فوج) مقرر کردیا۔اور تمام اختیارات نواب صاحب کو عطا کئے۔یہ واقعہ کئی تاریخی کتب میں درج ہے۔جیسے کارنامہ راجپوتاں، مولوی نجم الغنی،صفحہ نمبر۔۳۲۹۔اور وقائع راجپوتانہ، جوالہ سہائے،صفحہ نمبر ۷۷ ۹،جلد دوم اور اے ہسٹری آف جے

پور، جادو ناتھ سرکار صفحہ نمبر ۳۵۱، وغیرہ میں درج ہے۔ ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے دوران مہاراجہ پور نے ڈھائی ہزار کی جو فوج شہر کی حفاظت کے لئے رکھوائی تھی اور چھ ہزار فوج پولیٹیکل افسر کے ہمراہ کی تھی جو گڑ گاؤں کی طرف سے بہت سے انگریزوں کو امن کے ساتھ آگرہ کے قلعہ تک پہنچا آئی تھی اس میں کنور امداد علی سپہ سالار کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ واقعہ بھی مندرجہ بالا کتابوں میں لکھا ہے۔لیکن امداد علی کے نام کی وضاحت نہیں ہے۔۱۸۷۱ء میں نواب فیض محمد خاں کو انگریزی سرکار سے ممتاز الدولہ کا خطاب اور سی،ایس،آئی کا تمغہ عطا ہوا۔

دو سال بعد فریضہ حج نواب صاحب نے اپنے عہدے سے استعفا دے دیا۔لیکن اسی دوران ریاست کوٹہ میں حالات خراب ہو گئے مہاراج کوٹہ نے انگریز حکومت سے مدد مانگی۔تب انگریزی حکومت نے نواب فیض محمد علی خاں کو ریاست کوٹہ کا مدادالمہام بنا دیا۔جہاں اپنی قابلیت کے دم پر نواب صاحب نے حالات کو درست کیا۔

راہیؔ شہابی کے دادا کنور تحسین علی خاں کے دو نکاح ہوئے تھے۔ان کی پہلی بیوی کے بطن سے ایک لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔صاحبزادی شمس النساء اور صاحبزادے کنور یٰسین علی خاں اور کنور تسکین علی خاں صاحب۔۱۹۹۰ء میں کنور تسکین علی صاحب کا انتقال ہو گیا۔وہ حضرت مسکین شاہ صاحب کی درگاہ میں دفنائے گئے۔کنور تسکین علی خاں صاحب کے دو لڑکے ہوئے۔کنور تنویر علی خاں اور کنور جاوید علی خاں۔کنور تنویر علی خاں کا تالاب میں ڈوبنے سے انتقال ہو گیا تھا۔انہیں علی گڑھ میں دفنایا گیا۔اور کنور جاوید علی خاں دہلی میں آباد ہیں۔

کنور تحسین علی خاں کی دوسری بیوی سے دو بیٹے ہوئے تھے۔کنور تزئین علی خاں اور کنور تظمین علی خاں۔کنور تزئین علی خاں کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ان کی بیٹی اور بیٹا کنور شعیب علی خاں رائے پور ضلع سہارن پور میں رہتے ہیں۔کنور تزئین علی خاں کا انتقال ۱۹۸۰ء میں علی گڑھ (یوپی) میں ہوا۔کنور تظمین علی خاں شاعر تھے اور قمرؔ تخلص کرتے تھے۔ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔۲۵ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

کنور یٰسین علی خاں کی بیوی یعنی راہیؔ صاحب کی والدہ کا نام فاروقہ بیگم تھا۔ وہ

سہارنپور کی تھیں۔ وہ ایک زمیندار کی بیٹی تھی۔ فاروقہ بیگم کو دِق (ٹی۔بی) کی بیماری تھی۔ دوسال اس مرض میں مبتلا رہیں اور چالیس برس کی عمر میں، ۲۹۔اپریل ۱۹۵۲ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کو علی گڑھ میں دفنایا گیا۔ فاروقہ بیگم ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ نماز روزے کی پابند اور عبادت گزار خاتون تھیں شعر پڑھنے کا اور سننے کا شوق رکھتی تھیں۔ اکثر نعتیہ اشعار گنگنایا کرتی تھیں۔

راہیؔ شہابی کے والد کنور یٰسین علی خاں شہابؔ جن کو ادبی دنیا میں ادیب الملک کے خطاب سے جانا جاتا ہے۔ اپنے دور کے بہترین انشاء پرداز، مضمون نگار افسانہ نگار اور ڈرامہ نگار تھے۔ ان کا پورا نام محمد یٰسین علی خاں تھا اور شہابؔ تخلص کرتے تھے۔ وہ ۲۰/دسمبر ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ جے پور میں گزارا۔ انہوں نے انگریزی کی تعلیم دہرہ دون سے اور عربی فارسی کی تعلیم بھوپال سے حاصل کی۔ وہ شاعر بھی تھے لیکن ان کا زیادہ رجحان نثر کی طرف تھا۔ انہوں نے بہت سے افسانے مضامین اور ناول لکھے لیکن انہوں نے ڈرامہ نگاری کو خاص توجہ دی اور اسی میدان میں اپنی قلم کا جوہر دکھایا۔ انہیں اپنے ڈراموں کی بدولت خوب شہرت حاصل ہوئی۔ ان کے مشہور ڈراموں میں رستم وسہراب، شیطان، معرکہ، خیر وشر، امتحان، وعدہ، حلقہ زہرومشتری اور اشرف المخلوقات بہت مشہور ہوئے۔

یٰسین علی خاں صاحب جے پور سے نکلنے والے رسالے ''شادماں''، سے وابستہ تھے۔ جس کے مدیر حکیم نورالحسن تھے۔ اس رسالے میں شہابؔ صاحب کے کئی طویل اور مختصر افسانے شائع ہوئے تھے۔ شہابؔ بمبئی سے نکلنے والے اخبار ''خلافت'' کے بھی ایڈیٹر رہے بمبئی کی پارسی تھیٹریکل کمپنی اور الفریڈ تھیٹریکل کمپنی کے لئے بھی شہابؔ صاحب نے کئی ڈرامے لکھے شہابؔ صاحب آگرہ سے نکلنے والے ''اخلاق'' کے بھی ایڈیٹر رہے۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ شہابؔ صاحب کو صحافت سے کتنی دلچسپی تھی۔

شاہد احمد جمالی صاحب کی تصنیف کے مطابق، شہابؔ صاحب کے ہم عصروں میں سیمابؔ اکبرآبادی، میکش اکبرآبادی، اطہر ہاپوڑی، مولانا امیر حسن سہاؔ، آغا حشر کاشمیری، انور صابری، بسمل سعیدی، نشتر بلگرامی، ناظم عزیزی، مولانا قمر واحدی، رضی الدین رضا بے پر، حافظ

منظور ادیب، مختار الرحمٰن راہی ، پارسا کوثری، لال صبا، تقی حسین پیام، خداداد خاں مونس، مولانا سید نظیر حسن سخا، حکیم سید القادر ماہر، ستار جے پوری وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ان سب میں آغا حشر کاشمیری شہاب صاحب کے خاص دوست تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شہاب صاحب کے ڈراموں میں آغا حشر کاشمیری کا رنگ جھلکتا ہے۔

شہاب صاحب نے زندگی کا بیشتر حصہ اردو ادب کی خدمت میں گزارہ ہے اور اپنی بہترین تخلیقات سے اردو زبان و ادب میں اضافہ کیا ہے۔

راجستھان میں اردو ڈرامہ نگاری اور افسانوی ادب کو فروغ دینے والی اس ہستی نے ۳۰ جولائی ۱۹۷۵ء میں انتقال فرمایا۔

کنور یٰسین علی خاں شہاب کے چار اولادیں ہویں تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ راہی شہابی سب سے بڑے بیٹے تھے منجھلے بیٹے کنور فصاحت علی خاں جو اب سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آج بھی جے پور میں مقیم ہیں۔ شہاب صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے شجاعت علی خاں تھے، ایک مہلک بیماری کی وجہ سے ۱۹۶۴ء میں محض ۲۴ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کو حضرت مسکین شاہ صاحب کی درگاہ کے قبرستان میں ہی دفنایا گیا۔ شہاب صاحب کے سلطانہ نام کی ایک بیٹی بھی تھی جس کا چیچک کی بیماری کی وجہ سے بچپن میں ہی ان کی والدہ کے چلے جانے کے بعد انتقال ہو گیا تھا۔ انہیں بھی ان کی والدہ کے قریب علی گڑھ میں دفنایا گیا۔

۳. تعلیم و تربیت

راہی شہابی کی ابتدائی تعلیم اور تربیت گھر ہی پر ہوئی ہے۔ انہوں نے اردو اور فارسی کی تعلیم اپنے والد محترم جناب یٰسین علی خاں شہاب سے حاصل کی۔ اور آگے کی تعلیم کے لئے انہیں علی گڑھ بھیج دیا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں انہوں نے علی گڑھ میٹو سرکل ہائی اسکول میں داخلہ لیا ۱۹۵۴ء میں انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے۔ کی ڈگری حاصل کی۔ بی۔ اے۔ میں انگریزی اردو فارسی، تاریخ اور نفسیات ان کے مضامین میں شامل تھے۔

راہی شہابی تہذیبی ماحول اور تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے بزرگ

اپنے زمانے کے تعلیم یافتہ اور قابل لوگ تھے یہاں تک کہ ان کے والد خود اپنے زمانے کے مشہور ادیب اور شاعر رہے ہیں راہی شہابی کی تعلیم و تربیت میں ان کے والد نے اہم رول ادا کیا ہے۔

بقول مخمورؔ سعیدی:

'ملک کے نامور اور جلیل القدر ادیب حضرت شہابؔ برنی ان کے والد تھے ایک عالم باپ کے آغوش میں ان کی علمی وادبی صلاحیتوں کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ شاعری اور نثر نگاری ان کو وراثت میں حاصل ہوئی، انہوں نے نظم اور نثر دونوں ہی میدانوں میں جولانی طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔ انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی میں بی۔ اے، تک تعلیم پائی اور اردو فارسی اپنے والد صاحب مرحوم سے پڑھی اپنے کلام پر اصلاح بھی انہیں سے لی اس لئے وہ اپنے تخلص کے ساتھ شہابؔی لکھتے ہیں۔'' (۴)

مخمورؔ صاحب کے مذکورہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے راہیؔ شہابی کی تعلیم وتربیت کے لئے زمین پہلے سے ہی ہموار کر دی تھی۔

۴. عادات وخصائل:-

راہیؔ شہابی کی زندگی سادگی قناعت اور خلوص ومحبت کا مرقع تھی۔ انہوں نے بہت شہرت حاصل کی لیکن ان کی روش میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا خلوص ومحبت سے ان کی زندگی عبارت تھی۔ عزیز واقارب، دوست احباب اور ملک وملت سبھی کے لئے ان کے دل میں بے پناہ محبت تھی۔ مرتے دم تک ایثار ان کا شیوہ رہا۔

راہیؔ شہابی ایک سادہ مزاج انسان تھے بناوٹی پن ان کو بالکل پسند نہیں تھا۔ سادہ لباس انہیں ہمیشہ عزیز رہا۔ گھر میں عموماً کرتا پائے جامہ پہننا پسند کرتے تھے۔ گھر سے باہر زیادہ تر سفاری سوٹ اور پینٹ شرٹ پہنا کرتے تھے۔ بقول انوار فاطمہ (اہلیہ راہیؔ شہابی)

''لباس کے معاملے میں بہت سادگی پسند تھے۔ وضع قطع کے اعتبار سے ان کا قد درمیانہ تھا۔ آنکھیں روشن اور پیشانی کشادہ تھی۔ آنکھوں پر بینائی کا

چشمہ ہوتا تھا ۔ بال لمبے لمبے تھے جو اکثر پیچھے کی طرف پڑے رہتے تھے طرزِ گفتگو بڑا گھن گرج والا اور رعب دارانہ اپنی بات کو بڑے صاف اور وزن دار طریقے سے کہتے تھے ۔ (۵)

اسی زمرے میں جناب نسیم الدین خاں پیارے میاں یوں رقم طراز ہیں ۔

''ہم ایک ہی خاندان کے افراد کی طرح تھے ۔ اور میں ان کا بے حد احترام کرتا تھا ۔ اور وہ مجھ سے بہت محبت، شفقت و اپنائیت کا برتاؤ کرتے تھے ۔ یہ سلسلہ انکی وفات تک قائم رہا ۔ ربّ کریم ان کی قبر کو روشن فرمائے کہ ان کے بعد بھی ان کی یادیں اور باتیں میرے ذہن و دماغ میں بسی ہوئی ہیں اور یقیناً میرا قیمتی سرمایہ ہے ۔ میں نے راہی صاحب کو بہت قریب سے دیکھا ہے ۔ وہ درحقیقت مشرقی اقدار کے وضعدار اور شریف النفس آدمی تھے ۔ اب اس وضع قطع کے لوگوں سے سوسائٹی خالی ہوتی جارہی ہے ۔ اس مشینی اور تجارتی دور نے سبھی قدروں کو پائمال کر دیا ہے ۔ وہ جس مزاج کے آدمی تھے اس میں تعلقات دائمی ہوتے تھے ۔ وہ مجھ سے تعلقات نبھاتے رہے اور مجھ پر ان کی شفقت ہمیشہ برقرار رہی'' ۔ (۶)

۵. شعر گوئی کا آغاز:

راہی شہابی کو بچپن سے ہی اپنے گھر میں شعر و شاعری کا ماحول ملا ۔ ان کے والد کنور یٰسین علی خان شہابؔ برنی خود بہت اچھے شاعر تھے ۔ اس لئے ان میں بھی شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوگیا ۔ کلام پر اصلاح بھی وہ اپنے والد محترم سے لیا کرتے تھے ۔ راہی شہابی نے اپنے والد کے علاوہ باقاعدہ کبھی کسی استاد کی شاگردگی اختیار نہیں کی ۔ حالانکہ کبھی کبھی وہ جناب بسملؔ سعیدی سے کلام پر اصلاح لے لیا کرتے تھے ۔ ان کی ابتدائی شاعری پر اختر شیرانی کے اثرات نظر آتے ہیں ۔

راہی شہابی کی پہلی نظم ''پیغام'' ہے جو ۱۹۵۲ء ماہنامہ بیسویں صدی میں شائع ہوئی تھی ۔ انہوں نے اپنا پہلا مشاعرہ ۱۹۵۴ء میں دہلی میں ''یومِ اقبال'' کے سلسلے میں پڑھا تھا ۔ اس مشاعرے میں ان کا ایک شعر بہت مقبول ہوا تھا ۔

حوادث کو نہیں معلوم شاید

سفینہ میرا طوفاں میں پلا ہے

جے پور میں ان کی شاعری کا آغاز ۱۹۶۰ء سے ہوا۔ راہی نے اپنی شاعری کے ذریعے اردو کو عوام کے درمیان ہر دل عزیز بنانے کی پرزور کوشش کی ہے۔ ابتدا میں راہی نے غزلیں بھی لکھی اور نظمیں بھی لیکن ان کی دلچسپی نظموں میں زیادہ تھی۔ اس لئے ان کی توجہ بھی زیادہ نظموں پر رہی۔ اپنی نظموں کے ذریعے انہوں نے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی اور عوام کے درمیان نظم کے شاعر کے روپ میں مقبول ہوئے۔

۶. شاعری میں وطن پرستی:

۱۹۳۴ء میں جب راہی شہابی پیدا ہوئے تو سرزمین ہند انگریزوں کی غلامی کی بیڑیوں میں جکڑا تھا اور جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو ملک کے حالات کچھ اور تھے۔ ہندوستان انگریزوں سے تو آزاد ہوگیا تھا لیکن اسے تقسیم ہند کا درد سہنا پڑ رہا تھا۔ ملک پر آزادی کی روشنی کے ساتھ ساتھ رسوائیوں کی تاریکی بھی چھانے لگی تھی۔ یہ سب راہی نے بہت قریب سے دیکھا اور محسوس کیا۔ راہی ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ انہیں ملک کے بدلتے ہوئے المناک حالات صاف نظر آرہے تھے۔ وطن سے محبت ان کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑتی تھی۔ وطن پرستی کا جو جذبہ ان میں تھا وہ ان کی شاعری میں جا بجا دیکھا جا سکتا ہے۔ وطن پرستی اور وطن دوستی کا رنگ ان کی نظموں میں صاف جھلکتا ہے۔ اعلانِ وفا، اے وطن رخصت، برادرانِ وطنسے، کاروانِ آزادی، پریشاں ملے، جیسی نظمیں ان کی وطن پرستی کی نشانی ہے۔ ''اعلانِ وفا'' کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

درماندہ و پس ماندہ وفادار ہمیں ہیں

بدبخت ہیں بے یارو ومددگار ہمیں ہیں

بے جرم ہیں اس پر بھی خطا کار ہمیں ہیں

پیاسے ہیں مگر ابرِ گہربار ہمیں ہیں

دھندلے ہیں مگر گوہر شہوار ہمیں ہیں

ارے ارضِ وطن تیرے پرستار ہمیں ہیں

۷. فکرِ معاش:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ راہیؔ شہابی کا تعلق جاگیردار خاندان سے تھا۔ اوران کے بزرگ بڑی عالیشان اور پرُسکون زندگی گزارتے آرہے تھے۔لیکن راہیؔ شہابی کے والد کنور یٰسین علی خاں، شہابؔ برنی کا زمانہ آتے آتے ساری شان وشوکت اور سکون پذیر زندگی تقریباً ختم ہو چلی تھی۔ راہیؔ شہابی کی زندگی میں جاگیرداران اور عالیشان زندگی کا فقدان تھا۔ راہیؔ شہابی کے ہوش سنبھالتے ہی انہیں فکرِ معاش ستانے لگی۔تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی انہوں نے تلاشِ معاش جاری رکھی۔

۱۹۵۴ء میں ملازمت کے لئے راہیؔ شہابی ہفت روزہ ''جمہور'' علی گڑھ کے ادارۂ تحریر سے وابستہ ہوئے۔اس کے بعد ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۸ء تک ''روزنامہ نئی دنیا، دہلی'' روزنامہ پیغام ''کانپور، اور ہفت روزہ ''آوازوطن'' کانپور میں کام کیا۔ ۱۹۶۵ء میں جے پور میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔۱۹۹۲ء میں ڈپٹی ڈائرکٹر پبلک ریلیشن کی پوسٹ سے ریٹائر ہوئے۔ راہیؔ شہابی دورانِ ملازت ڈیوٹیشن پر ۱۸رسال تک راجستھان کے پانچ وزرائے اعلیٰ کے پریس سیکریٹری رہے۔۱۹۹۳ء میں محکمۂ اطلاعات وتعلقات عامہ کے ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ راہیؔ شہابی کو ریٹائرمنٹ کے بعد حکومت نے راجستھان اردو اکادمی کا سکریٹری مقرر کردیا۔ پھراردو اکادمی کے نائب صدر بنائے گئے اوراس کے بعد انہیں اکادمی کا صدر بنادیا گیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی صاحب یوں رقم طراز ہیں:

> ''علی گڑھ سے راہیؔ شہابی تلاشِ معاش میں دہلی پہنچے جہاں ۱۹۵۴ء میں ماہنامہ خاتونِ مشرق سے وابستہ ہوئے اسی دوران ۱۹۵٦ء میں روزنامہ نئی دنیا میں نیوز ریڈر کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ ۱۹۵۷ء میں روزنامہ اخبار پیغام کانپوراور پھر ۱۹۵۸ء میں ہفت روزہ آوازوطن کانپور کے مدیر بنے اور اس طرح اخبارات سے وابستہ رہتے ہوئے صحافت کے ساتھ نثر نگاری کا تجربہ بھی حاصل کرتے رہے۔ ان کا یہ تجربہ آگے چل کر انکی ملازمت میں بھی کام آیا۔اس لئے کہ دہلی اور کانپور میں اخبارات سے وابستگی کے بعد وہ

جے پور آ گئے تھے۔ جہاں ان کے والد پہلے سے سکونت پذیر تھے۔ اور جے پور میں ان کو محکمہ واطلاعات وتعلقات عامہ میں ملازمت ملی جہاں ۲۸/سال تک ملازمت کی اور اپنی قابلیت کے باعث ترقی کرتے رہے اور ۱۹۹۳ء میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے سے پینشن یاب ہوئے۔ اس دوران تقریباً ۱۸/سال تک حکومت راجستھان کے پانچ وزرائے اعلیٰ کے پریس اٹیچی بھی رہے۔ اور اس طرح ان کی ملازمت کسی نہ کسی نوعیت سے صحافت سے ہی وابستہ رہی''(۷)

۸. ازدواجی زندگی

راہیؔ شہابی کا نکاح گاؤں کھیڑی ضلع سہارن پور یو پی کے زمیندار جناب راؤ عبدالعزیز کی دختر محترمہ انوار فاطمہ کے ساتھ جون ۱۹۶۴ء کو ہوا۔ محترمہ انوار فاطمہ راہیؔ صاحب کی خالہ کی صاحبزادی ہیں اور نواب مکرم علی خاں کی بھتیجی بھی ہیں۔ انوار صاحبہ ۶/بھائی بہن ہیں۔ آپ کے خاندان کا شمار ہندوستان کے مشہور اور معروف خاندانوں میں ہوتا ہے۔ ان کے بڑے بھائی جناب راؤ عثمان علی خاں ڈسٹرک جج کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ اور ان سے چھوٹے بھائی بمبئی میں ریجنل مینجر کے عہدے پر فائز رہے۔ اور ان کے سب سے چھوٹے بھائی آج بھی پہاسو ہاؤس میں رہتے ہیں۔

محترمہ انوار فاطمہ کا کردار میری نظر میں بہت ہی خوبصورت اور روشن کردار ہے وہ پڑھی لکھی اور باشعور خاتون ہیں۔ ایک گھریلو عورت ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے گھر کے سبھی افراد کو محبت کی ڈور سے باندھے رکھا۔ اور کبھی اسے ٹوٹنے نہیں دیا۔ وقت کے خوفناک حادثوں اور راہیؔ صاحب کی جدائی نے بھلے ہی انہیں اندر سے توڑ دیا۔ لیکن آج بھی وہ ہمت وحوصلے کے ساتھ زندگی گزار رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس ہمت کو تا عمر برقرار رکھے اور ان کی عمر میں ہزار سالوں کی برکت عطا فرمائے۔

''۷/جولائی ۲۰۱۷ء کو جب میری ان سے پہلی بار ملاقات ہوئی تو وہ بہت محبت اور عاجزی کے ساتھ مجھ سے ملی۔ اس وقت وہ پیر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے بہت پریشان تھیں لیکن ایسی

حالت میں بھی انہوں نے خدا کا ذکر کرنا نہیں چھوڑا او مجھے نماز پڑھتی ہوئی ملیں۔ نماز سے فارغ ہوکر انہوں نے بہت محبت کے ساتھ مجھ سے بات کی۔ محبت اور شفقت کے ساتھ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میری پی۔ ایچ ڈی جلد پوری ہو جائے اس واسطے مجھے خوب دعائیں دی۔

راہیؔ شہابی کو خدا نے چار اولادیں عطا فرمائی۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ ان کے ایک بیٹے کا انتقال ایک سال کی عمر میں ہی ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ راہیؔ شہابی کے بڑے بیٹے وجاہت علی خاں اور چھوٹے صباحت علی خاں اور سب سے چھوٹی بیٹی شگفتہ شہابی ہیں۔

راہیؔ شہابی کے بڑے صاحبزادے جناب وجاہت علی خاں شہابی ایک باوقار اور باکردار شخصیت ہیں۔ اپنے والد کی طرح علم و ادب سے محبت رکھتے ہیں۔ حالِ حاضر میں وہ سیکٹریٹ میں مائنورٹی کمیشن میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ ان کی شادی سہارنپور یو پی میں ہوئی۔ علم و ادب کے دلدادہ ہونے کی وجہ سے انہیں صحافت کا بہت شوق ہے اسی کے چلتے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے کئی اخبارات میں بھی کام کیا۔

راہیؔ شہابی کے چھوٹے بیٹے جناب صباحت علی خاں بھی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ محض ۲۲ رسال کی عمر میں ایک کار حادثے میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کار حادثے میں راہیؔ شہابی بھی خود بری طرح گھائل ہوگئے تھے یہاں تک کہ ان کو بیٹے کے انتقال کی خبر بھی نہیں دی گئی۔ بے بی شبانہ اپنے مقالے میں فرماتی ہیں کہ:

> ''وہ جب اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ ایک تقریب میں شرکت کے لئے بذریعہ کار علی گڑھ جا رہے تھے، حادثے کا شکار ہوگئے جن میں خاندان کے تقریباً سبھی لوگ بُری طرح زخمی ہوگئے۔ راہیؔ شہابی خود بُری طرح گھائل ہوئے اور انہیں بیٹے کے انتقال کی خبر بھی نہیں دی گئی۔ راہیؔ شہابی کے کلام پر اس حادثے کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں''(۸)

صباحت علی خاں بھی اپنے بھائی اور والد کی طرح شفاف ذہن کے مالک تھے۔ بچپن سے ہی پڑھنے لکھنے کا شوق تھا۔ ان کو صحافت سے گہرہ لگاؤ تھا۔ جس وقت جہانِ فانی سے کوچ کیا اس وقت وہ جرنلزم کر رہے تھے۔ بقول محترمہ شگفتہ شہابی:

''صباحت بھائی بہت ہنر مند تھے۔ والد محترم کی ہی طرح بہت ذہین تھے۔ اور ہر میدان میں اپنی ذہانت کا ثبوت دیتے تھے جس وقت دنیا سے گئے جنرلزم کر رہے تھے کیوں کہ صحافت کا انہیں بہت شوق تھا''۔(۹)

راہیؔ شہابی کی سب سے چھوٹی اولاد ان کی اکلوتی صاحبزادی محترمہ شگفتہ شہابی ہیں۔ پہلے شگفتہ راہی ہوا کرتی تھیں اور نکاح کے بعد اب شگفتہ ''تبریز'' ہیں۔

شگفتہ ایک پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ جب وہ بی۔اے کر رہیں تھی ان کی شادی علی گڑھ میں ان کیقریبی رشتے داروں میں طے کر دی گئی۔ حالانکہ راہیؔ نہیں چاہتے تھے کہ شگفتہ کی شادی جے پور سے باہر ہو۔لیکن ان کو تبریز صاحب بہت پسند تھے۔اس لئے انہوں نے ہاں کر دی۔تبریز صاحب ملازمت کے باعث سعودی عرب میں مقیم تھے۔لیکن راہیؔ اپنی بیٹی کو اتنی دور نہیں بھیجنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے صاف منع کر دیا اور اس لئے تبریز دو سال کے بعد ہندوستان آ گئے۔ تبریز اپنے والدین کی طرح ہی راہیؔ صاحب کی عزت کیا کرتے تھے اور راہیؔ ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ خدا نے شگفتہ کو دو بیٹے عطا کیا ہیں۔حمّاد اور احمد۔لیکن وقت کی بے رحمی نے ان معصوموں کے سر سے والد کا سایہ بھی چھین لیا۔شادی کے ۹/سال بعد ہی جب ان کا بڑا بیٹا ۸/سال اور چھوٹا بیٹا ۴/سال کا تھا تبریز صاحب کا انتقال ہو گیا۔آج شگفتہ صاحبہ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ اپنے سسرال علی گڑھ ہی میں مقیم ہیں۔ وہاں وہ اپنا ایک کپڑوں کا چھوٹا سا بوٹیق چلاتی ہیں۔ اور ماشاءاللہ ان کے دونوں صاحبزادے تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔

شاعری کا شوق شگفتہ صاحبہ کو وراثت میں ملا ہے اس لئے وہ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر تھوڑا وقت شاعری کے لئے بھی نکالتی ہیں۔ شروع میں ان کی اصلاح ان کے والد کیا کرتے تھے۔ وہ شگفتہ شہابی تبریز کے نام سے شعر کہتی ہیں۔ ان کی شاعری کی چند مثالیں جس میں راہیؔ شہابی کا رنگ جھلکتا ہے۔

کشمکش حیات میں الجھے کچھ اس طرح
عقبہ کی لی نہ سدھ نہ خبر کائنات کی

نعتیہ شعر ملاحظہ ہو ۔

جس دم تصور میں مجھے طیبہ نظر آنے لگا
دیدودل پر میرے باغِ ارم چھانے لگا

۹. اعزازات:

راہیؔ شہابی کی ادبی خدمات کے لئے ان کو مندرجہ ذیل اعزازات سے نوازہ گیا:

(۱) ۱۹۶۴ء میں ان کی نظم ''میرا وطن میری زبان'' کے لئے جے پور میں منعقدہ آل انڈیا اردو کانفرنسمیں انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی جانب سے رتن ناتھ سرشار گولڈ میڈل دیا گیا۔

(۲) ۱۹۶۶ء میں ناگرک کلب جے پور کی جانب سے سابق وزیر اعظم جناب مرار جی دیسائی نے شلڈ اور سپاس نامہ دیا۔

(۳) ۱۹۷۵ء میں نیشنل اکادمی آف لینگویجز نے مدراس میں انکا جشن منایا۔ ویسٹرن ایریا کمانڈر میجر جنرل پرتھوی سنگھ نے سپاس نامہ اور شلڈ عنایت کی''

(۴) ۱۹۷۷ء میں جے پور کے ڈھائی سو سالہ جشن کے موقعے پر راہیؔ شہابی نے ایک نظم ''جشنِ جے پور'' کے نام سے پڑھی۔ جشن کمیٹی کی جانب سے یہ نظم کتابی صورت میں شائع کی گئی اور چیف منسٹر راجستھان نے دوشالہ پیش کر کے ان کا اعزاز کیا۔

(۵) ۱۹۹۰ء میں روٹری کلب جے پور ۱۹۹۱ء میں ''بزمِ ادب جلیسر نے، ۱۹۹۲ء میں ''لوک وکاس ساماجک یوم سانسکرتک منچ'' جے پور نے ۱۹۹۳ء میں راجستھان اردو اکادمی نے ان کا اعزاز کرتے ہوئے اپنے تین ایوارڈ میں سے سب سے بڑا ایوارڈ راہیؔ شہابی کو پیش کیا۔

چند یادگار مشاعرے

ہم یہاں ان مشاعروں کا ذکر کرنے جارہے ہیں جو محفلوں میں راہیؔ کی مقبولیت کی ضمانت دیتے ہیں۔

یومِ اقبالؔ:

راہیؔ شہابی نے پہلا بیرونی مشاعرہ ۱۹۵۴ء میں منعقد ہندو پاک مشاعرہ ''یومِ اقبالؔ'' کے سلسلے میں دہلی میں پڑھا۔ اس مشاعرے میں پاکستان سے حفیظ جالندھری، مولانا ماہر القادری

اور محترمہ سحاب قزلباش تشریف لائی تھیں۔ ہندوستانی شعراء میں ، جوش ملیح آبادی، جگر مرادآبادی، فراق گورکھپوری وغیرہ نے شرکت فرمائی۔ اس مشاعرے میں راہی صاحب کا یہ شعر بہت مقبول ہوا جس کا ذکر ہم پچھلے صفحات پر بھی کر چکے ہیں۔

حوادث کو نہیں معلوم شاید
سفینہ میرا طوفاں میں پلا ہے

اس مشاعرے کی روداد روزنامہ ''نئی دنیا'' دہلی اور روزنامہ ''ہندوستان'' دہلی ۱۹۵۴ء میں مع تصاویر کے شائع ہوئی۔

لال قلعہ کا کل ہند مشاعرہ ۱۹۶۴ء:

۱۹۶۴ء میں راہی شہابی کو لال قلعہ کے کل ہند مشاعرے میں مدعو کیا گیا۔ اس مشاعرے میں راہی نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''ایک لمحہ'' پڑھی۔ یہ نظم ریڈیو سے براڈکاسٹ کی گئی۔ اس نظم کے نشر ہوتے ہی چاروں طرف راہی کے نام اور کلام کی دھوم مچ گئی۔ ایک نظم نگار کی حیثیت سے وہ جگہ جگہ مدعو کئے جانے لگے۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۹ء میں وہ پاکستان بھی بلائے گئے۔

انجمن ترقی اردو راجستھان کی کل ہند اردو کانفرنس:

۱۹۶۴ء ہی میں انجمن ترقی اردو راجستھان کے زیرِ اہتمام مسلم مسافر خانہ جے پور میں کل ہند اردو کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں مشہور ادیب، تاریخ نگار او ہفت روزہ ''نیا سویرا'' کے ایڈیٹر آنجہانی پنڈت سندر لال مہمانِ خصوصی کے طور پر شریک ہوئے تھے۔ کانفرنس کی صدارت آنجہانی رام کشور ویاس سابق ہوم منسٹر راجستھان نے کی۔

یہ کانفرنس تین دن تک چلی۔ مولانا احترام الدین شاغل کانفرنس کے کنوینر تھے۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے کانفرنس کا افتتاح کیا تھا۔ اس اردو کانفرنس میں اردو کے موضوع پر راہی شہابی نے اپنی مشہور نظم ''میرا وطن میری زباں'' پہلی بار پڑھی تھی۔ انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی جانب سے راہی شہابی کو اس نظم کی تخلیق پر رتن ناتھ سرشار گولڈ میڈل پیش کیا گیا۔

جے پور کا ڈھائی سو سالہ جشن:

۱۹۶۹ء میں جے پور کا ڈھائی سو سالہ جشن منایا گیا۔ اس موقع پر جشن کمیٹی کی جانب

سے جے پور کے رام نواس باغ میں کل ہند مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ جس میں ہندوستان کے ۲۵ رنامور شعرائے کرام نے شرکت فرمائی تھی۔ ان تمام شعراء سے درخواست کی گئی تھی کہ مشاعرے کے پہلے دور میں جشنِ جے پور کے موضوع پر کلام پڑھیں۔

راہی شہابی نے جشن جے پور کے موضوع پر ''شہر گلاب'' کے عنوان سے نظم پڑھی۔ اس نظم میں انہوں نے جے پور کی ڈھائی سو سالہ تاریخ اس قدر دلکش انداز میں پیش کی کہ جشن کمیٹی اس نظم کو کتابی شکل میں شائع کرنے مجبور ہوگئی۔ اور اس نظم کی تخلیق پر کمیٹی کی جانب سے ان کا اعزاز بھی کیا گیا۔ سابق وزیر اعلیٰ راجستھان اور سابق نائب صدر جمہوریہ ہند جناب بھیرو سنگھ شیخاوت نے راہی صاحب کو دوشالہ پیش کیا۔

امدادی مشاعرہ:

۱۹۷۰ء میں راجستھان میں زبردست قحط پڑا تھا۔ راہی شہابی نے قحط زدہ افراد کی مالی امداد کے لئے رام نواس باغ میں کل ہند مشاعرہ منعقد کیا جس میں دیگر مشہور شعراء کے علاوہ خصوصی طور پر ممبئی سے مجروح سلطان پوری صاحب نے شرکت فرمائی۔ کنور مہندر سنگھ بیدی نے مشاعرے کی نظامت کی۔ مشاعرے کے مہمانِ خصوصی جناب شو چرن ماتھر سابق وزیر اعلیٰ راجستھان تھے۔

جودھپور کا مشاعرہ:

جودھپور والے شاہ صاحب کے عرس کا مشاعرہ اس اہتمام سے پڑھا گیا کہ شروع ہی میں مہمان شاعروں کو پڑھایا گیا۔ جے پور کے تمام شاعر پڑھنے سے رہ گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر کچھ لوگوں نے راہی صاحب کو مجبور کیا اور وہ جیسے ہی مائک پر آئے ہزاروں آدمیوں کے اکھڑتے ہوئے قدم اس طرح جم گئے جیسے کسی نے زنجیر ڈال کر جکڑ دئے ہوں۔

یومِ غالب:

۱۹۶۴ء میں جے پور میں مرزا غالب کی یاد راہی شہابی نے انجمن شعر و ادب جے پور کے زیرِ اہتمام ممتاز باغ میں ''یومِ غالب'' کے نام سے منائی۔ جس کے مہمان خصوصی نواب امین الدین خاں صاحب سابق وزیر راجستھان تھے۔ اس موقع پر راجستھان میں ایک مجلّہ ''یادگارِ غالب'' کے نام سے اردو اور دیوناگری رسم الخط میں شائع ہوا۔

یومِ چکبستؔ:

پنڈت برج نارائن چکبستؔ کا یوم راہیؔ صاحب نے انجمن شعروادب جے پور کے زیرِ اہتمام مسلم مسافر خانہ میں منایا۔کل ہند مشاعرہ منعقد کیا گیا۔جلسے کی صدارت وزیرِاعلیٰ راجستھان آنجہانی ہری دیو جوشی نے فرمائی۔چکبستؔ کی قومی شاعری پر مقالے پیش کئے گئے۔راہیؔ شہابی نے ایک سووینیر''یادگارِچکبستؔ'' کے نام سے اردو اور ہندی رسم الخط میں شائع کیا۔

یومِ شہیدانِ وطن:

راہیؔ شہابی نے انجمن شعروادب کے ہی زیرِ اہتمام مہارانی کالج جے پور میں ایک جلسہ اور کل ہند مشاعرہ منعقد کیا۔جلسے کی صدارت مرحوم برکت اللہ خان نے فرمائی۔مشاعرے پر ٹکٹ لگایا گیا تھا۔مشاعرے سے ہونے والی آمدنی ہندو پاک جنگ میں شہید ہونے والوں کی بیواؤں کے امدادی فنڈ میں جمع کروائی گئی۔

شامِ شکیلؔ:

مشہور فلمی نغمہ نگار اور بلند پایہ شاعر حضرت شکیل بدایونی مرحوم کی یاد میں راہیؔ شہابی نے انجمن شعروادب جے پور کی زیرِاہتمام شامِ شکیلؔ کے نام سے مسلم مسافر خانہ جے پور میں منائی گئی اس موقع پر بھی راہیؔ شہابی نے ایک سووینیر''یادگارِشکیلؔ'' کے نام سے شائع کیا۔

یومِ جگرؔ:

۲۲رستمبر۱۹۶۰ءکوراہیؔ شہابی نے بمقام چاند پول بازار جے پور شہنشاہِ تغزل حضرت جگرؔ مرادآبادی کا یوم منایا۔اس موقع پر کل ہند مشاعرہ منعقدہ کیا گیا۔آنجہانی موہن لال سکھاڑیا، سابق وزیرِاعلیٰ راجستھان جلسہ کے مہمانِ خصوصی تھے۔حضرت اجرؔ جے پوری نے جلسے کی نظامت فرمائی۔جگر صاحب پر مقالات پڑھے گئے اور''یادگارِجگرؔ'' کے نام سے سووینیر شائع کیا گیا۔

رضاؔ شیدائی کے ان اشعار سے ہم اس باب کا اختتام کرتے ہیں۔اشعار ملاحظہ ہو۔

جو راہ دکھا تے تھے وہ راہیؔ شہابی تھے
محفل پہ جو چھاتے تھے وہ راہیؔ شہابی تھے